بہترین شخص

از: ڈاکٹر سید حسنین احمد ندوی
مدیر: سہ ماہی ''صفا'' حیدرآباد

معاشرہ میں بہترین شخص کا مصداق کسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ اس سوال کا جواب ظاہر ہے، ہر شخص اپنے ذوق، نقطۂ نظر اور سوچ کے مطابق الگ الگ دے گا، اہلِ علم اور ارباب دانش کی نظر میں ہوسکتا ہے اس کا مستحق وہ ہو جس نے علم و دانش کی سنگلاخ وادیوں میں آبلہ پائی کی ہو اور معرفت و حکمت کی بلند و بالا چوٹی تک پہنچنے میں کامیاب ہوا ہو؛ جبکہ مادیت کے متوالوں اور اسباب و وسائل کے دیوانوں کی نگاہیں اس ٹائٹل کے حوالہ سے ان افراد پر مرکوز ہوجائیں گی جنھوں نے مال و دولت کی ریس میں بہتوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہو، جن کا عشرت کدہ ان کے بہت سے جاننے والوں کے لیے رشک و حسد کا مرکز ہو اور بینک بیلنس نہ صرف عزیز و اقارب؛ بلکہ انکم ٹیکس والوں کے لیے بھی مرکزِ توجہ بنا ہوا ہو، اس کے برعکس شہرت و ناموری کو سب کچھ سمجھنے والے یہ ٹائٹل اسے دینا پسند کریں گے جس کا ڈرائنگ روم تمغے اور انعامات سے بھرا ہوا ہو اور قریہ و شہر پرستاروں کی بھیڑ سے اٹا پڑا ہو، ہوسکتا ہے بعض لوگوں کا ذہن اس کے لیے ان سوشل ورکروں کی طرف جائے جو اپنے لیے نہیں؛ بلکہ دوسروں کے لیے جیتے ہیں، ان سب آراء کا المیہ یہ ہے کہ یہ سب محدودیت کا شکار اور زندگی کی بس ایک خاص جہت کی آئینہ دار ہیں؛ اس لیے کہ ہوسکتا ہے ان حوالوں سے بہترین سمجھا جانے والا شخص زندگی کے وسیع تناظر میں بدترین شخص ثابت ہو۔

اس سوال کا شاندار اور جامع جواب وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی جانب سے دیا گیا، آپ ﷺ کی نظر میں ''بہترین شخص'' کے ٹائٹل کا مستحق وہ ہے جس کا سلوک اپنی گھر والی کے ساتھ بہترین ہو: خَیرُکُم خَیرُکُم لِأَھلِہِ وَأَنَا خَیرُکُم لِأَھلِی (سنن الترمذی: 4062)

بظاہر یہ بات کچھ عجیب سی لگتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید ازدواجی معاملات کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دے دی گئی ہے؛ لیکن اگر سنجیدگی سے اس چیز کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا

کہ بہترین شخص کے انتخاب کے لیے گھر والی کے ساتھ سلوک سے بہتر کوئی معیار نہیں ہے، یہ اتنی جامع اور وسیع کسوٹی ہے جس پر کسی کو بھی پرکھنے کے بعد یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ کیا واقعی وہ بہترین شخص ہے یا اس نے شرافت کا محض مکھوٹا لگایا ہے؛ اس لیے کہ لوگ بظاہر جیسے نظر آتے ہیں ویسے ہوتے نہیں ہیں؛ بلکہ ظاہر تو کبھی کبھی اتنا پرفریب ہوتا ہے کہ اس سے اچھے خاصے جہاں دیدہ اور تجربہ کار لوگ بھی دھوکہ کھاجاتے ہیں؛ چنانچہ بہت سے لوگ دینداری کا لبادہ اس مہارت کے ساتھ اوڑھتے اور تقویٰ وطہارت کی مصنوعی کریم سے اپنی صورت کو اس قدر پرکشش اور چمکدار بنا لیتے ہیں کہ لوگ ان کی شرافت ودینداری کی قسمیں کھانے میں بھی نہیں جھجکتے؛ لیکن اگر ان کی عائلی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ ظاہری شرافت ودینداری سب گھر سے باہر ہے، گھر کے اندر یہ شخص انتہائی بدتمیز، خودغرض اور شقی القلب ہے، باہر شرافت ومروت کا دم بھرنے والا گھر میں انتہائی وحشی ہے اور ہر دن ظلم وبربریت کی ایک نئی داستان رقم کرتا رہتا ہے، اسے نہ اللہ ورسولؐ کے احکام وتعلیمات کی پرواہ ہے اور نہ ہی اسوۂ رسول ﷺ سے گھر کو منور کرکے اسے جنت کا ایک ٹکڑا بنانے کی فکر، جہاں اضطراب کے بجائے سکون کا ڈیرا ہو، نحوست کے بجائے سعادت کا بسیرا ہو، تنگی کے بجائے فراخی، نفرت کے بجائے محبت اور کراہت کی تیرگی کے بجائے انسیت کے دیپ جھلملاتے ہوں۔

اس طرح بیوی کے ساتھ سلوک ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ہر شخص کی اصلی تصویر نظر آجاتی ہے؛ اس لیے کہ انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ اپنی بالادستی کے جوہر عموماً کمزوروں کے سامنے ہی دکھانا پسند کرتا ہے، صنف نازک سے تعلق رکھنے کی وجہ سے بیویاں عام طور پر کمزور وبے بس وبے کسی کا پیکر ہوتی ہیں، اپنے عزیز واقارب اور حامی وناصر سے دور بڑی حد تک شوہر اور اس کے گھر والوں کے رحم وکرم پر ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی تھوڑی سی کوتاہی شوہر کے آتش غضب کو بھڑکا دیتی ہے وہ ان کی معمولی سی غفلت سے چراغ پا ہوجاتا ہے، عام طور پر وہ بیوی کی مستقل حیثیت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، اس خیال سے کہ اس کے ٹکروں اور چیتھڑوں پر پلنے والی ہستی کی حیثیت ہی کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ توہین آمیز رویہ اپنانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، نازیبا کلمات کا استعمال تو عام سی بات ہے، بعض گھروں میں تو معاملہ گالی گلوج اور مارپیٹ تک پہنچ جاتا ہے، اس معاملہ میں جاہل اور تعلیم یافتہ کے درمیان کوئی زیادہ فرق نہیں ہے، اس حمام میں سبھی ننگے ہیں، بعض تعلیم یافتہ افراد اپنے اس طرح کے رویہ کو حق بجانب قرار دینے کے لیے

بعض اقوال کا سہارا لینے سے بھی نہیں چوکتے، جیسے یہ کہ شوہر کی حیثیت مجازی خدا کی ہے، اسلام میں اگر اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو بیویوں کو اپنے شوہر کو سجدہ کرنا پڑتا، وہ اس ہندو فلسفہ کے قائل ہوتے ہیں جو بیویوں کو داسی اور شوہروں کو سوامی قرار دے کر بیویوں کے ساتھ کسی بھی سلوک کی اجازت دیتا ہے، جب کبھی عورتوں کے حقوق کی بات اٹھتی ہے تو مسلمان یہ کہہ کر اس سے اپنا پیچھا چھڑا لیتے ہیں کہ اسلام نے اس طرح تمام حقوق آج سے پندرہ سو سال قبل عورتوں کو دے دیا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام نے عورتوں کو معاشرہ میں جو عزت واحترام اور وسیع وجامع حقوق عطا کیے ہیں، مغرب اپنی طویل جدوجہد کے باوجود اس تک نہیں پہنچ سکا ہے؛ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام کے عطا کردہ حقوق مسلم خواتین کو حاصل ہیں، اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے، ہوسکتا ہے اس سلسلہ میں کچھ استثناءات ہوں؛ لیکن عام طور پر مسلم خواتین کے حالات غیر مسلم خواتین سے اچھے نہیں ہیں، وہ بھی انھیں کی طرح گھریلو تشدد کا شکار ہیں، مظلومیت ان کا مقدر ہے اس سے بعض خوش نصیب کو ہی نجات مل پاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بہترین شخص ہونے کے لیے جو معیار متعین فرمایا ہے، اس کی روشنی میں اگر حیاتِ طیبہ کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ آپ ﷺ کی ذات اس حوالہ سے بھی عالمِ انسانیت کے لیے مثالی نمونہ ہے، بس ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اسے اپنی زندگی میں اتاریں اور اس سے اپنی عائلی زندگی کو سنواریں۔

رشتۂ ازدواج میں اللہ تعالیٰ نے مؤدت ورحمت کا تخم فطری طور پر ڈال دیا ہے، جو لوگ اس کی آبیاری ودیکھ بھال کرتے ہیں، وہ نہ صرف اس کے ثمرات سے لطف اندوز ہوتے ہیں؛ بلکہ اس کی گھنی وٹھنڈی چھاؤں میں زندگی کے سفر کو آسان وسہانا بنالیتے ہیں، اس کے برعکس جو لوگ اس کی قدر نہیں کرتے، وہ اس کے فیضان وبرکات سے بہت حد تک محروم ہی رہتے ہیں، یہ رشتہ اپنی پائیداری اور برگ وبار کے لیے باہمی اعتماد، تعاون وہمدردی، ایثار وقربانی، عزت واحترام اور پیار ومحبت کا محتاج ہوتا ہے، آپؐ کی ازدواجی زندگی پر اس کی گہری چھاپ تھی، آپ ﷺ کا سلوک اپنی شریکِ حیات کے ساتھ ہمیشہ ہمدردانہ ومشفقانہ ہوا کرتا تھا، آپ ﷺ ان کی دلجوئی واحترام میں کبھی کوئی کمی نہیں کرتے تھے، اور اس سلسلہ میں چھوٹی چھوٹی باتوں تک کا خیال رکھتے تھے، ایک سفر میں جب انجشہ نامی غلام نے اس اونٹ کو تیز چلانے کی کوشش کی جس پر بعض ازواج مطہرات سوار تھیں تو آپ ﷺ نے انھیں آہستہ چلانے کا حکم دیا اس خیال سے کہ کہیں وہ ڈر نہ جائیں یا

انہیں کوئی تکلیف نہ ہو(صحیح بخاری:6159)

''حضرت صفیہؓ ایک سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھیں، انہوں نے اس بات پر رونا شروع کر دیا کہ وہ جس اونٹنی پر سوار تھیں وہ بہت آہستہ چلتی تھی، آپ ﷺ ان کے پاس گئے اپنے دست مبارک سے ان کے آنسو پوچھے اور دلاسہ دیا'' (سنن النسائی :9072) آپ ﷺ بیویوں کی تعریف میں بھی کمی نہیں کرتے؛ بلکہ برملا اس کا اظہار کیا کرتے تھے؛ چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا'' خدیجہ سے مجھے شدید محبت ہے'' (صحیح مسلم :6231) حضرت عائشہؓ کے بارے میں فرمایا: ''عائشہؓ کی فضیلت دیگر عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے ثرید کی دیگر کھانوں پر'' (صحیح البخاری: 3341) آپ ﷺ پلیٹ میں اس جگہ سے کھانا کھاتے تھے، جہاں سے عائشہؓ کھاتی تھیں'' (صحیح مسلم :466) آپ ﷺ اپنی بیویوں کی دلجوئی کا اس حد تک خیال رکھتے تھے کہ جب ایک ایرانی پڑوسی نے آپ ﷺ کی پسندیدہ ڈش ''مرق'' بنایا اور آپ ﷺ کو دعوت دی تو آپ ﷺ نے اس دعوت کو قبول نہیں فرمایا؛ اس لیے کہ اس نے آپ ﷺ سے تنہا آنے کے لیے کہا تھا، اور آپ ﷺ کو یہ گوارہ نہ تھا کہ شریکِ حیات کے بغیر دعوت میں جائیں، لہٰذا جب اس نے آپؐ کے ساتھ عائشہؓ کو بھی دعوت دی تو آپ ﷺ نے دعوت قبول فرمائی اور تشریف لے گئے'' (صحیح مسلم :5268) آپ ﷺ ازواج مطہرات کا نہ صرف حد درجہ خیال رکھتے تھے؛ بلکہ ان کے مزاج شناس تھے اور ان کے چشم وابرو کے اشارے کو بھی اچھی طرح سمجھتے تھے؛ چنانچہ ایک مرتبہ'' عائشہؓ سے فرمایا: میں یہ جان جاتا ہوں کہ کب تم مجھ سے ناراض ہو اور کب خوش؟ انہوں نے دریافت کیا: وہ کیسے یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: رب ابراہیمؑ کی قسم اور جب خوش رہتی ہو تو کہتی ہو: رب محمدؐ کی قسم'' (صحیح مسلم: 6238)

آپ ﷺ ازواج کے ساتھ اس حد تک عزت واحترام کا معاملہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت'' صفیہؓ'' آپ ﷺ کے اعتکاف کے دوران آپ ﷺ سے مسجد نبوی میں ملنے آئیں تو جب وہ واپس جانے لگیں تو آپ ﷺ احتراماً انھیں مسجد کے دروازہ تک چھوڑنے کے لیے تشریف لائے'' (بخاری: 2011)

رائے کی اہمیت

خواتین کو گھروں میں چونکہ عام طور پر کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی اس وجہ سے نہ اہم

امور میں ان سے مشورہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان کی رائے کو ترجیح دی جاتی ہے، تمام اہم فیصلے شوہر خود کرتے ہیں اور بیگم کا کام صرف سمع وطاعت ہوتا ہے؛ جبکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ حال تھا کہ آپ ﷺ نہ صرف گھریلو امور بلکہ امت سے متعلق بعض امور میں بھی بوقت ضرورت ازواج سے مشورہ کیا کرتے تھے، اوران کے مشوروں پر عمل بھی کیا کرتے تھے؛ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع سے جب آپ ﷺ کے حکم کے باوجود حضراتِ صحابہؓ میں سے کسی نے بھی نہ قربانی کی اور نہ بال منڈائے تو آپ ﷺ اس صورت حال سے کافی پریشان ہوئے اور خیمہ میں آکر اپنی اہلیہ ام سلمہؓ سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا، انھوں نے یہ مشورہ دیا کہ یارسول اللہ! آپ باہر تشریف لے جائیے اوراپنی قربانی ذبح کیجیے اور حلق کرالیجیے اور واپس آجائیے، آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا جسے دیکھ کر حضراتِ صحابہؓ بھی بادل ناخواستہ اٹھ کھڑے ہوئے قربانی کی اور پھر بال منڈائے (صحیح البخاری: 4995)

گھریلو امور میں تعاون

شریک حیات کے ساتھ گھریلو امور میں مشارکت وتعاون جس میں عام طور پر شوہر حضرات کم ہی دلچسپی لیتے ہیں؛ بلکہ بعض تو کسرشان سمجھتے ہیں یہاں تک کہ وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے بھی بیوی پر انحصار کرتے ہیں؛ جبکہ آپ ﷺ کا حال یہ تھا کہ آپ ﷺ گھریلو کام میں اپنی بیویوں کا ہاتھ بٹاتے تھے؛ چنانچہ عائشہؓ سے جب دریافت کیا گیا کہ آپ ﷺ کا گھر کے اندر کیا معمول ہوا کرتا تھا تو انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ گھر کے کاموں میں گھر والوں کی مدد کیا کرتے تھے، (صحیح البخاری: 667) ایک اور روایت میں انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ اپنے کپڑے خود ہی سی لیا کرتے تھے، چپل کی مرمت کرلیتے تھے، اس کے علاوہ، وہ سارے کام کرتے تھے جو عام طور پر مرد حضرات اپنے گھر میں کرتے ہیں (مسند الامام احمد: 24510)

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ زندگی کی یکسانیت معمول کے کام اور سنجیدہ وٹھوس اعمال کے تسلسل سے بور ہوجاتا ہے، قویٰ مضمحل، اعصاب پژمردہ اور دلچسپیاں مدھم پڑجاتی ہیں، ایسے میں ضرورت ہوتی ہے کچھ تبدیلی، تنوع اور چٹپٹی چیزوں کی جس سے تھکن کے غبار چھٹ جائیں اور انسان تازہ دم ہوکر نئی آن اور نئی شان کے ساتھ کشاکش حیات کی جانب پھر سے متوجہ ہو، کھیل تفریح یا آج کی اصطلاح میں انٹرٹینمنٹ اس میدان میں تیر بہدف کا کام کرتا ہے، اسلام جو کہ

فطری مذہب ہے، وہ انسان کی اس فطری طلب پر قدغن لگانے کے بجائے صحیح و درست انداز میں اس کی تسکین کی راہیں کھلی رکھتا ہے، آپ ﷺ نے نہ صرف جلوت بلکہ خلوت میں بھی اسے برتا ہے اور رزم و بزم کے علاوہ اپنی خانگی زندگی کو بھی اس کی پھلجھڑی سے گلنار و گلزار بنائے رکھا ہے؛ چنانچہ ایک مرتبہ ''حبشہ کے کچھ لوگ آ کر مسجد نبوی کے سامنے اپنے کرتب اور کھیل تماشہ کا مظاہرہ کررہے تھے، آپ ﷺ نے خود ہی حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ کیا یہ تماشہ دیکھنا چاہو گی؟ انہوں نے ہاں میں جواب دیا، آپ ﷺ دروازہ کے پاس کھڑے ہوگئے اور عائشہؓ آپ ﷺ کے کندھے پر ٹیک لگا کر کھیل دیکھتی رہیں'' (النسائی: 8858)

ایک غزوہ سے واپس آتے ہوئے آپ ﷺ نے قافلہ کو آگے جانے کا حکم دیا، ان کے جانے کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ لگائی، (سنن ابی داؤد) حضور ﷺ جب گھر پر نہیں ہوتے تو حضرت عائشہؓ کی سہیلیاں آجاتیں اور سب مل کر کھیلا کرتی تھیں، حضور ﷺ کے آتے ہی سب ادھر ادھر چلی جاتیں، آپ ﷺ انھیں بلواتے اور خود باہر چلے جاتے، اس طرح حضرت عائشہؓ کو سہیلیوں کے ساتھ وقت گزارنے اور کھیلنے کے مواقع فراہم کرتے۔ (صحیح مسلم: 6240)

ناپسندیدہ بات

عام زندگی کی طرح ازدواجی زندگی بھی نشیب و فراز سے گزرتی ہے اور من میں لڈو پھوٹنے والی باتوں کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی تن میں آگ لگا دینے والی باتیں بھی سننے کو ملتی ہیں، کاشانۂ نبوت بھی اس سے مستثنیٰ نہیں تھا، اگر آپ ﷺ کو ازواج مطہرات سے کوئی نامناسب بات سننے کو ملتی تو اس پر ڈانٹ ڈپٹ اور لعنت ملامت کے بجائے حکیمانہ انداز میں اس طرح غلطی کی تصحیح فرماتے کہ اصلاح بھی ہوجائے اور کسی کی دل آزاری بھی نہ ہو؛ چنانچہ ایک مرتبہ ''رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت صفیہؓ زار و قطار رو رہی ہیں، آپ ﷺ نے رونے کا سبب دریافت فرمایا: انہوں نے عرض کیا کہ حفصہؓ نے مجھے یہودی کی بیٹی ہونے کا طعنہ دیا ہے، آپ ﷺ نے انھیں تسلی دی اور فرمایا کہ اس میں عار کی کوئی بات نہیں ہے؛ بلکہ یہ تو ایک اعزاز ہے جو اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے، تم ان سے کہہ دو کہ میرے شوہر محمد ﷺ ہیں، باپ ہارون علیہ السلام ہیں اور چچا موسیٰ علیہ السلام؛ لہٰذا میرے سامنے کیا اہمیت جتاتی ہو'' (سنن الترمذی: 6240)

ازدواجی چشمک

میاں بیوں کے درمیان نوک جھونک، بحث وتکرار اور آپسی شکر رنجی بھی عجیب چیزیں ہیں، پیار ومحبت کی اس نگری کے اصول وضابطے عام دنیا کے آئین وقوانین سے بالکل الگ ہوتے ہیں یہاں ہار میں جیت ہوتی ہے اور جیت میں ہار؛ لہٰذا وہ ناداں جو اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا کا مسئلہ بنالیتے ہیں، اس رشتہ کی لطافت ولذت سے محرومی ان کا مقدر بنتی ہے، دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح کے مواقع پر کیا انداز ہوا کرتا تھا، ایک مرتبہ ''حضرت عائشہؓ کا کسی سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رائے کا اختلاف ہوگیا، آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ ہمارے درمیان تم کس سے مفاہمت کرانا پسند کروگی، کیا عمر رضی اللہ عنہ پر تم متفق ہو؟ عائشہؓ نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں سختی ہے؛ اس لیے میں انھیں اس معاملہ میں لانا نہیں چاہتی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم یہ پسند کروگی کہ تمہارے باپ ابوبکرؓ ہم دونوں کے درمیان صلح کرادیں، انھوں نے کہا: ہاں یہ ٹھیک ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلوایا، جب وہ آگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہؓ سے پھر پوچھا کہ پہلے تم اپنی بات کہوگی یا میں؟ عائشہؓ نے کہا کہ پہلے آپ ہی اپنی بات کہیں؛ لیکن بالکل ٹھیک ٹھیک کہیں، یہ سنتے ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عائشہؓ کو ایک تھپڑ رسید کردیا اور اس سے پہلے کہ مزید پڑے عائشہؓ جلدی سے بھاگ کر حضور ﷺ کی اوٹ میں آگئیں'' یہ صورت حال دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ جاسکتے ہیں، میں نے آپ کو اس لیے نہیں بلایا تھا، جب ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو آپ ﷺ نے عائشہؓ سے کہا: ادھر قریب آؤ؛ لیکن وہ نہ آئیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی تو باپ کے ڈر سے مجھ سے چپکی جارہی تھیں، اور اب کیا ہوگیا؟ تھوڑی دیر بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ واپس آئے تو دیکھا دونوں ہنس رہے ہیں، تو انھوں نے کہا: مجھے بھی اپنی صلح میں ویسے ہی شریک کریں، جیسا کہ ناچاقی کے دوران شریک کیا تھا'' (ابوداؤد: 4665) آپ ﷺ اگر کسی بات پر اہلیہ سے شدید ناراض ہوتے تو اس کا اظہار اس طرح کرتے کہ انھیں اکیلا چھوڑ دیتے، جیسا کہ آپ ﷺ نے اس وقت کیا جب ازواجِ مطہرات نے آپ ﷺ سے کثیر نان ونفقہ کا مطالبہ کیا تھا۔

کیرکٹر سے متعلق شکوک وشبہات

ازدواجی رشتہ کی خوب صورت شاہراہ پر کبھی کبھی ایسے پیچ وخم بھی آتے ہیں، جو آگے کے سفر

کو مشکل بنا دیتے ہیں، بہت سے لوگ تو ایسے مواقع پر اپنا توازن برقرار نہیں رکھ پاتے اور حادثہ کا شکار ہو جاتے ہیں، اس لیے کہ بیوی کے کیرکٹر سے متعلق شکوک وشبہات ایسی چیز ہے جس کا تصور ہی کسی بھی شوہر کے لیے انتہائی تکلیف دہ ہے، یہ وہ حسّاس موضوع ہے جو بسا اوقات ایک شریف اور سنجیدہ شخص کو بھی مشتعل کر دیتا ہے اور بعض تو جوشِ غضب میں انتہائی خطرناک اقدام تک کر جاتے ہیں، ایسے مواقع سے حضور ﷺ کو بھی گزرنا پڑا، اس طرح کہ آپ ﷺ کی چہیتی بیوی حضرت عائشہؓ کے کیرکٹر پر بعض شر پسندوں نے کیچڑ اچھالے اور اس افواہ کو مدینہ کی گلی کوچے میں پھیلا دیا، اس کی خبر جب آپ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے محض بے بنیاد افواہ کی بنیاد پر بیوی کو قصوروار گردانے کے بجائے مسجدِ نبوی کے منبر سے ان کا دفاع کیا؛ چنانچہ فرمایا: ''اے مسلمانو! میرے اہل سے متعلق بعض تکلیف دہ بات مجھ تک پہنچی ہے، خدا کی قسم میں ان کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا'' اس کے بعد آپ ﷺ نے براہِ راست حضرت عائشہؓ سے بات کی اور فرمایا: مجھ تک تمہارے بارے میں ایسی ایسی باتیں پہنچی ہیں، اگر تم اس تہمت سے بری ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری برا۔ت واضح کر دے گا اور اگر تم سے ایسا کوئی گناہ ہو گیا ہے، تو اللہ سے توبہ واستغفار کرو!

یہ محض چند نمونے ہیں جو سیرتِ نبوی سے یہاں پیش کیے گئے، ورنہ سیرتِ نبوی اس طرح کے واقعات سے بھری پُری ہے، مسلمان اگر اسے اپنی زندگی میں اپنا لیں تو وہ بہت سی ازدواجی پیچیدگیوں سے نجات پا جائیں گے۔

❁ ❁ ❁